

تلفیق فی المذہب

Fabrication in Mazahib

Sheraz Ahmed

Ph.D Research Scholar, Dept of Islamic Learning, Federal Urdu University, Karachi.

Dr. Abubakar Baloch

Assistant Prof: Govt: degree College Murad Memon Malir Karachi

Received on: 20-01-2022

Accepted on: 25-02-2022

Abstract

It is obligatory necessary for a Muslim to follow one of the jurisprudential religions. However, in times of need or difficulty in a problem adoption of another religion is called Talfiq. Literally, the combination of two things is called Talfiq. Technically, it refers to adoption of the opinion or religion of another mujtahid in any issue is Talfiq. In the literal sense of the word, Talfiq is common; however, here it is use for adoption of another Mujtahid's opinion. A common man can never be allowed to adopt opinion of another religion. The purpose of preventing them from doing so is to prevent religion from becoming a means of following the desires of the psyche. Rather, this debate is about those who have the ability to issue fatwas on non-religion. A researcher mufti should find the best possible solution to the problems that arise remaining within his own religion. But if no solution is possible, he should find a solution to the problem keeping in view the conditions (which will be discussed in detail in the following pages). The Talfiq is added to issues that are skeptical and ijthadi Issues that are definite and the requirements are part of the religion or make Haraam to Halal or Halal to Haraam are not added to Talfiq. There are three possible ways for consideration of Talfiq:

- (1) It should be declared absolutely permissible.
- (2) It should be declared absolutely illegal.
- (3) It should be allowed as per necessity and expediency.

In the following lines, the same rules of consideration have been reviewed.

Keywords: Talfiq, Mujtahid, Taqleed, Nablisi, Ibn-e-Abidin.

تعارف

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر اس امت پر احسان عظیم فرمایا جس کا اقرار اللہ تعالیٰ نے خود قرآن عظیم الشان میں ان الفاظ میں کیا ہے "لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم" ترجمہ: تحقیق اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب ان میں رسول انہی میں سے بھیجا۔ اور آپ ﷺ پر اپنا عظیم کلام نازل فرمایا جس میں امت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اسی کو نعمت بھی قرار دیا چنانچہ ارشاد فرمایا "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً" ترجمہ: آج کے دن میں

نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔ خلاصہ یہ کہ اسلام ایک جامع اور مکمل دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں دنیوی و اخروی ہر قسم کی کامیابی کا ضامن ہے۔ قرآن کریم چونکہ کلیات سے بحث کرتا ہے اور اس کی جزئیات و تشریح کے لئے رسول اللہ ﷺ بھیجے گئے اس لئے آپ ﷺ اپنے اقوال، افعال اور تقریرات سے قرآن کی جو بھی تشریح کریں گے وہ درحقیقت قرآن ہی سے ماخوذ ہوگی۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ہر قول اور ادا کو امت تک پہنچانے میں صحابہ کرام کی ایک جلیل القدر جماعت کی انتھک کوشش و محنت شامل ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں مسائل کا حل و افتاء براہ راست آپ ﷺ سے ہی وابستہ تھا اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد یہ کام حضرات صحابہ کرام کے حصے میں آیا اور انہوں نے اس کام کے لئے تابعین و تبع تابعین کی تربیت فرمائی اور یوں یہ سلسلہ چلتا ہوا ان فقہاء امت کے عظیم دور تک پہنچا جنہوں نے قرآن و سنت کی باریکیوں اور اسرار و رموز کے بحر بے کنار میں غوطہ زن ہو کر شریعت کے اصول و قوانین کے انمول موتیوں کو نکال کر پرو دیا، ان برگزیدہ ہستیوں میں ائمہ اربعہ آفتاب بن کر پوری آب و تاب کیسا تھ چمکے جن کے تبعین پوری دنیا کے ہر گوشہ و جانب میں موجود ہیں۔

آج کے اس دور میں دنیا جب کہ ترقی کی انتہا کو پہنچ رہی ہے نئی ایجادات نے مسائل کے انبار کھڑے کر دیئے ہیں۔ فقہ و افتاء کے میدان میں ائمہ اربعہ کے اصول کو سامنے رکھ کر ان سے استفادہ کئے بغیر دور حاضر میں کوئی چارہ نہیں بچتا اور ایسے میں امت کی آسانی کے لئے مسائل میں بوقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتے لیکن یہ فتویٰ کون اور کس وقت دے سکتا ہے؟ اس کے لئے باقاعدہ صلاحیت درکار ہے۔ جب کہ اس کی اجازت ایک عامی کو قطعاً نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مفتی کا پابند ہوتا ہے کہ وہ حدود و آداب کی رعایت رکھ کر واقعی ضرورت کی بناء پر کسی مفتی کی رائے پر عمل کریگا تو شرعاً اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ "وان كان عامياً اتبع فتوى المفتي فيه الاتقي" (1) لہذا یہ بحث عامی کے متعلق نہیں بلکہ فقہاء اور اب افتاء کا بیان ہے جو مذہب غیر پر فتویٰ اصول، دلیل کی قوت، رجحان اور واقعی ضرورت کے تحت دیتے ہیں استفادہ عن مذہب الغیر کے لئے جن شرائط کا مفتی میں ہونا ضروری ہے ان کو علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "مسئلة افتاء غير المجتهد بمذهب المجتهد تخريجاً على اصوله لا نقل عينه ان كان مطلعاً على مبانيه في ما اخذ احكام المجتهد اهلا النظر قادراً على تفريع قواعده متمكناً في الفرق والجمع ونظرة في ذلك بان يكون له ملكة الاقتدار على استنباط احكام الفروع المتجددة التي لا نقل فيها عن صاحب المذهب من الاصول التي مهدها صاحب المذهب وهذا المسمى بالمجتهد في المذهب جاز والا يكن كذلك لا يجوز" (2)

ترجمہ: کسی مجتہد کے اصول سے کوئی مسئلہ تخریج کر کے فتویٰ دینا غیر مجتہد کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ غیر مجتہد شخص مجتہد مذہب کے مصادر و ماخذ سے باخبر ہو اس میں غور و فکر کی صلاحیت ہو قواعد سے جزئیات نکالنے پر قادر ہو ایک جیسے اور ہم جنس مسائل میں فرق و جمع کی صلاحیت رکھتا ہو اپنی رائے پر مناظرہ کرنے کی قوت ہو صاحب مذہب کے مقرر کردہ اصول سے نت نئے مسائل استنباط کرنے کا اسے پوری طرح ملکہ حاصل ہو جن کے بارے میں صاحب مذہب سے صراحتاً منقول نہ ہو، اسی کو مجتہد فی المذہب کہتے ہیں اور اگر اس میں یہ صلاحیت

نہ ہو تو اس کے لئے اصول سے استنباط درست نہیں ہے۔

اصول پر فتویٰ دینے کے لئے مفتی کا درج بالا پانچ صفات سے متصف ہونا ضروری ہے اور یہی مجتہد فی المذہب کی صلاحیت کا معیار بھی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے رائے کے مطابق اہل اجتہاد کا تیسرا طبقہ مراد ہے، البتہ علامہ شامیؒ نے مجتہد فی المذہب کے ضمن میں فقہاء کے طبقات میں سے طبقہ ثالثہ، رابعہ اور خامسہ تینوں کو شامل کیا ہے اس لحاظ یہ تینوں طبقات اصول پر فتویٰ دینے کے مجاز ہونگے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں "والظاهر اشتراك اهل الطبقة الثالثة والرابعة والخامسة في ذلك وان من عداهم يكتفى بالنقل۔ (3) ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے کہ اس حکم میں تیسرے، چوتھے اور پانچویں طبقے والے بھی شریک ہیں اور ان سے نیچے والوں کے لئے نقل کر دینا ہی کافی ہے۔

اس عام مفہوم کے اعتبار سے جب مجتہد فی المذہب کو اصول پر تخریج و استنباط کی اجازت ہے تو مذہب کے اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھ کر اگر مفتی دوسرے مذہب کو اختیار کرے تو یقیناً قابل توجہ ہے اس بات کو علامہ آمدیؒ یوں بیان کرتے ہیں۔ "والمختار انه اذا كان مجتهداً في المذهب بحيث يكون مطلعاً على ماخذ المجتهد المطلق الذي يقلده وهو قادر على التفریع علی قواعد امامه واقواله متمكن من الفرق والجمع والنظر والمناظرة في ذلك كان له الفتوى تميزاً له عن العاصی۔ (4) ترجمہ: اور مختار یہ کہ اگر وہ مجتہد فی المذہب ہو باس طور کہ وہ مجتہد مطلق جس کی وہ تقلید کر رہا ہو کہ مذہب کے مآخذ پر مطلع ہو اور اپنے امام کے قواعد پر جزئیات کے استنباط کی قدرت رکھتا ہو اور فرق و جمع اور نظر و مناظرہ کی صلاحیت ہو اس کے لئے فتویٰ دینا جائز ہے اس لئے کہ یہ صفات اسے عام آدمی سے ممتاز کرتی ہے۔

حضرت مولانا شرف علی تھانویؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اس لئے اس زمانے میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ دو چار محقق علماء دین کسی امر میں ضرورت کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتویٰ دیں بدون اس کے اگر اس زمانے میں اقوال ضعیفہ اور مذہب غیر کو لینے کی اجازت دی جائے تو اس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہو گا۔ (5)

یہ تو عام فتویٰ کی بات ہے لیکن اگر کوئی باصلاحیت شخص خود اپنے عمل کے لئے استفادہ عن مذہب الغیر کرتا ہے تو مذکورہ عبارت سے اس کے لئے ایسا کرنے کی اجازت اور گنجائش ہے یہ الگ بات ہے کہ دوسرے مقلدین اس کے عمل و فتویٰ کو نہ اپنائیں۔

استفادہ عن مذہب الغیر کی ضرورت:

فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قصد محمود ہو تو استفادہ عن مذہب الغیر کی اجازت ہے اور اگر قصد مذموم ہو تو اجازت کی گنجائش نہیں ہوگی۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ولو ان رجلاً براء من مذهبه باجتهد وضع له كان محموداً اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الاثم المستوجب للتأديب والتعذير لارتكابه المنكر في الدين استخفافه بدینه و مذهبه۔ (6) ترجمہ: اگر کوئی شخص اپنے مذہب سے بری ہو گیا کسی اجتہاد کی وجہ سے جو اس کے سامنے واضح ہو تو یہ

اس کے لئے باعث تعریف اور اجر ہوگا۔ لیکن مجتہد کے علاوہ دوسرے شخص کے لئے بلادلیل بلکہ دنیاوی مفاد اور خواہش نفسانیہ کے حصول کی غرض سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا قابل مذمت، موجب معصیت اور لائق سزا جرم ہے اس لئے کہ اس نے دین میں ممنوع فعل کا ارتکاب اور اپنے مذہب کے ساتھ استخفاف کا معاملہ کیا ہے۔

یہاں پر قصد محمود اور قصد مذموم پر استفادہ عن مذہب الغیر کا مدار رکھا گیا ہے مگر محمود اور مذموم ہونے کا فیصلہ صرف و صرف عالم و مفتی پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی اصول متعین کرنے کی ضرورت ہے ورنہ ہر ایک اپنے قصد کو محمود قرار دیکر اپنے مذہب سے خروج کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کریگا اور مذہب کے ساتھ استہزاء کا دروازہ کھل جائے گا۔

اب ہم قصد محمود اور قصد مذموم کی علامات بیان کرتے ہیں۔

قصد محمود کی علامات

پہلی علامت: اہل اجتہاد سے اجتہاد کا داعیہ :-

مقلد مجتہد اپنی اجتہادی صلاحیت کی بنیاد پر استفادہ عن مذہب الغیر (مذہب سے خروج) کر رہا ہو گویا اس کا اجتہاد ہی اس کے لئے داعیہ ہے مثلاً امام طحاویؒ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد دو رکعت بلا کراہت پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات دیگر ائمہ احناف کے قول کے خلاف ہے۔ (7)

علامہ ابن الہمامؒ نے مفقود النحر کی مدت کے بارے میں تمام اقوال سے ہٹ کر ستر (70) سال کا قول اختیار کیا ہے اور استدلال میں حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ یہ قول امام ابن الہمامؒ کے اجتہاد کا ثمرہ ہے اس وجہ سے کوئی بھی ابن ہمامؒ کی تغلیط نہیں کر سکتا کیونکہ امام ابن الہمامؒ اپنی ذات کے اعتبار سے اجتہاد کے مجاز ہیں (8) ایسے ہی ابن الہمامؒ وضو میں تسمیہ کے قائل ہیں حالانکہ دیگر ائمہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں (9)

ان کے علاوہ علماء کرام کے اور بھی بہت سے تفردات ہیں جو کہ علماء مذہب نے بعض مواقع پر اختیار کئے ہیں اور ان تفردات کی بنیاد اجتہاد پر ہے لہذا ایسے لوگوں کے لئے ان کی آراء اختیار کرنا درست ہے اور بعض اوقات یہ آراء مذہب میں قبول بھی کی جاتی ہیں۔ گویا کہ قصد محمود کی ایک نشانی اجتہاد کے اہل لوگوں سے اجتہاد کا داعیہ بھی ہے۔

دوسری علامت: عرف و زمانہ کی تبدیلی :-

جب عرف و زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے مذہب سے خروج یا تبدیلی ناگزیر ہو جائے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ گواہ کے لئے ظاہری عدالت کی شرط لگاتے ہیں جب کہ صاحبین حضرات ظاہری عدالت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کی بھی شرط لگاتے ہیں لیکن متاخرین حضرات نے عرف و زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے امام صاحبؒ کے قول کو اختیار کیا ہے کیونکہ امانت و دیانت کا زمانہ رہا نہیں کہ ظاہری عدالت کو باطنی عدالت کے لئے دلیل بنایا جائے (10) لہذا عرف کی تبدیلی کی وجہ سے کوئی اہل آدمی آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے دوسرے مذہب کے قول پر عمل

کرے تو یہ یقیناً قصد محمود کہلائے گا۔

تیسری علامت : ضرورت شرعیہ کا وجود:-

ضرورت شرعیہ کا وجود یعنی کہ ضرورت کی تکمیل کی وجہ سے اگر استفادہ عن مذہب الغیر (یا خروج عن المذہب) کیا جائے تو اس ضرورت کو دیکھا جائے گا کہ یہ ضرورت کس درجہ کی ہے اور کونسی ضرورت کا اعتبار کیا جائیگا جسے خروج عن المذہب کے لئے مجبور بنایا جاسکے اس پر غور کرنے کے بعد جو رائے اپنائی جائیگی وہ قصد محمود پر مبنی ہوگی۔

فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے پانچ درجات ہیں۔

پہلا درجہ: اس درجہ میں ضرورت کو بمعنی اضطرار لیا گیا ہے یعنی امر ممنوع کا ارتکاب اتنا ناگزیر ہو جائے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو جان کو ہلاکت کا خدشہ ہو۔

دوسرا درجہ: اس درجہ میں ضرورت بمعنی حاجت کے ہے، یعنی ممنوع کا ارتکاب نہ کرنے سے ہلاکت کا خطرہ تو نہیں لیکن نقصان اٹھانے کا خطرہ ضرور ہو۔

تیسرا درجہ: اس درجہ میں ضرورت بمعنی منفعت کے ہے یعنی ہلاکت یا نقصان کا ڈر تو نہیں بلکہ محض خواہش کی تکمیل ہو۔

چوتھا درجہ: یہاں ضرورت بمعنی زینت کے ہے کہ کوئی امر ممنوع فقط زینت و زینت کے لئے اختیار کیا جائے۔

پانچواں درجہ: یہاں ضرورت کو فضول خرچی کے معنی لیا گیا ہے کہ محض فضول خرچی کی خاطر حرام یا مشتبہ چیز کو استعمال کیا جائے۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں میں سے صرف اول درجہ کی ضرورت سے امر حرام یا ممنوع کا ارتکاب جائز ہو سکتا ہے جب کہ باقی چاروں صورتیں حرام کے استعمال کے لئے مجبور نہیں بن سکتیں۔ (11)

حاجت عامہ:

عمومی حاجت کا مطلب ہے کہ اگر اس میں رخصت نہ دی جائے تو عام لوگ دینی اعتبار سے تنگی میں مبتلا ہو جائیں یا عدم رخصت و سہولت کی صورت میں ضیاع دین وغیرہ کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں یہ حاجت ضرورت کے درجہ میں شمار کی جاتی ہے اور ظنی دلائل پر مبنی احکام میں تخفیف کی جاتی ہے۔ حاجت عامہ سے ملتی جلتی چیز عموم بلوی بھی ہیں جس کی اصلاحی تعریف ہے "شیوع المحظور شیوعاً یعسر المکلف معہ تحاشیہ" (12) ترجمہ: امر ممنوع کا اس درجہ پھیل جانا کہ مکلف کے لئے اس سے بچنا دشوار ہو جائے۔

فقہ میں بھی عموم بلوی موجب رخصت قرار دیا گیا ہے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "المعلوم من القواعد ائمتنا التسهیل فی مواضع الضرورة والبلوی العامة" (13) ترجمہ: ہمارے ائمہ کے قواعد سے یہ بات معلوم شدہ ہے کہ ضرورت اور عام ابتلاء کے وقت سہولت دی جائے، لہذا معلوم ہوا کہ ضرورت بمعنی حاجت تسہیل سے جو رخصت دی جاتی ہے اس کی وجہ عموم بلوی بھی ہوتی ہے فقہ اسلامی کے بہت سے مسائل عموم بلوی پر بھی مبنی ہیں ذیل میں چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں۔

مثال نمبر 1: چوپائیوں کے گوبر کو سوکھا کر ایندھن کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں تو اس کی راکھ کو نجس قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے کہ اس سے دیہاتوں میں روٹیاں پکانے کا رواج اتنا زیادہ ہے کہ اس سے احتراز مشکل ہے اور اگر اس راکھ کو ناپاک قرار دے دیا جائے تو روٹیوں کے ناپاک ہونے کا حکم دینا ہوگا۔ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں "لا یكون نجساً رماً قدراً ولا لزم نجاسة الخبز في سائر الامصار في الشامي ان الفتوى على هذا القول للبلوی فمفاده ان عموم البلوی علة اختيار القول بالطهارة المعللة بانقلاب العين۔ (14) ترجمہ: اور نجس چیز کی راکھ ناپاک نہیں ہوگی ورنہ تمام شہروں کی روٹیوں کی ناپاکی لازم آئیگی شامی میں ہے کہ آج کل عموم بلوی کی وجہ سے فتویٰ اس قول پر ہے اس معلوم ہوا کہ اصل میں ماہیت کے بدلنے کی بنیاد پر جس راکھ کی طہارت کے قول کو اختیار کیا گیا اسکی علت عموم بلوی ہے۔

مثال نمبر 2: نجس برتن کے بارے میں قیاس کا تقاضا یہ کہ وہ کبھی پاک ہی نہ ہو کیونکہ کچھ نہ کچھ نجس پانی برتن کی تہہ میں باقی رہیگا جس کے نیچے سوراخ نہ ہو لیکن عام حاجت اور عموم بلوی کی بنیاد پر اس کو استحساناً پاک قرار دیا گیا ہے۔ علامہ عبدالعزیز بخاریؒ کشف الاسرار میں لکھتے ہیں "و كذا الاناء اذا لم يكن في اسفله ثقب يخرج منه الماء اذا جرى من اعلاه لان الماء نجس يجمع في اسفله فلا يحكم بطهارته الا انهم استحسنا ان ترك العمل بموجب القياس للضرورة المحوجة الى ذلك لعامة الناس وللضرورة اثر في سقوط الخطاب (15)۔

الغرض معلوم ہوا کہ امت کو گناہ سے بچانے کے لئے بھی حکم میں تخفیف کا اصول حضرات فقہاء کے ہاں مسلم ہے اس علت کو عموم بلوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ عموم بلوی ضرورت بمعنی اضطراب کے نہیں بلکہ ضرورت بمعنی حاجت کے ہے۔ لہذا عموم بلوی سے بھی صرف ظنی اور اجتہادی حرماتوں کے احکام میں تسہیل ہوتی ہے حرمت قطعی کے ارتقاع میں عموم بلوی مؤثر نہیں۔

قصد مذموم کی علامات:

قصد محمود کے مقابلہ میں قصد مذموم ہے جس کے لئے نہ تو تخفیف کی جاسکتی ہے اور نہ ہی مذہب غیر پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

پہلی علامت: مفتی مجتہد کا دلیل کی قوت کے بغیر دوسرے مذہب کو اختیار کرنا یعنی نہ تو وہاں کوئی ضرورت شرعیہ پائی جاتی ہو اور نہ مجتہد خود کسی دوسرے قول کو رائج سمجھتا ہو پھر بھی کسی دوسرے مذہب کو اختیار کر لے تو یہ ممنوع ہوگا۔ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں "فانه له اذا كان له رأيين في مسألة وعمل باحدهما يتعين له ما عمل به وامضاه بالعمل فلا يرجع عنه الى غيره الا بترجيح ذلك الغير (16)۔ ترجمہ: اگر مجتہد کی کسی مسئلہ میں دو رائے رہی ہوں اور اس نے ایک رائے پر عمل کر لیا ہو تو عمل کردہ رائے اس کے لئے متعین ہو جاتی ہے اور خود وہ اس قول کو عمل کے ذریعے نافذ کر دیتا ہے لہذا اس قول سے اس وقت تک رجوع کرنا درست نہ ہوگا جب تک کہ دوسرے قول کی ترجیح ظاہر نہ ہو جائے۔

دوسری علامت: مفتی غیر مجتہد غیر اہل کا فتویٰ دینا۔ یعنی نہ تو مجتہد ہو اور نہ ہی اس میں اہلیت اس کے باوجود دوسرے مذہب پر فتویٰ دے لہذا ایسے فتوے کا شریعت میں کوئی اعتبار نہ ہوگا کیونکہ ایسے مفتی کو صرف علماء و مشائخ کے اقوال و رائے نقل کرنے کا حق ہے اپنی رائے

دینے کا حق نہیں چہ جائیکہ خروج عن المذہب کا اختیار ہو۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ "اجمع العلماء والفقهاء على ان المفتي يجب ان يكون من اهل الاجتهاد وان لم يكن من اهل الاجتهاد فلا يحل له ان يفتي الا بطرق الحكاية (17)۔ ترجمہ علماء فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے اور اگر وہ خود مجتہد نہ ہو تو اس کے لئے فتویٰ دینا حلال نہیں الا یہ کہ وہ نقل کر کے فتویٰ دے۔

تیسری علامت: محض رخصتوں اور خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کیا جائے ایسا کرنا بالکلیہ ممنوع ہے اس مقصد کی خاطر خروج عن المذہب یا فتویٰ علی مذہب الغیر نہیں دیا جاسکتا اس مقصد کے لئے مجتہد اور غیر مجتہد دونوں کے لئے خروج کی گنجائش نہیں۔

ان کے علاوہ چھ صورتیں اور بھی ہیں جن خروج عن المذہب یا فتویٰ علی مذہب الغیر نہیں دیا جاسکتا۔ پہلی صورت: وہ مسئلہ جس سے رجوع ثابت ہو اور وہ اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہو تو اس پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا مجتہد یا مقلد کسی کے لئے جائز نہیں جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کے دو اقوال ہوں تو تیسرے قول کو اختیار نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ قول ثالث کی نفی پر اجماع سمجھا جاتا ہے۔ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں۔ "اذا اختلف الصحابة في قولين يكون اجماعاً على نفى قول ثالث عندنا (18)۔ مزید لکھتے ہیں وقال بعض المتأخرين الحق هو التفصيل وهو ان القول الثالث اجمعوا عليه لم يجوز احداه والا جاز (19)۔ ترجمہ: اور متاخرین نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ اس طرح تفصیل کی جائے کہ اس تیسرے قول سے اس رائے کا ابطال لازم آتا ہو جس پر صحابہ فی الجملہ متفق رہے ہوں تو ایسا قول لینا جائز نہیں اور ایسا نہ ہو تو جائز ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ خواہ مطلق ہو یا مرکب اس کا خلاف کرنا درست نہیں۔

دوسری صورت: اگر کسی عالم کا اختیار کردہ مسئلہ ایسا ہے جو کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی مسلک کے ساتھ جوڑ نہیں رکھتا تو اس صورت میں فقہاء کے دوسرے طبقے یعنی مجتہدین منتسبین کو کسی درجہ میں اجازت ہوگی کہ وہ اپنے اجتہاد کی وجہ سے اس قول کو اختیار کریں کیونکہ وہ صرف اصول میں ائمہ مجتہد کے مقلد ہیں نہ کہ جزئیات میں۔ شیخ عبدالغنی لکھتے ہیں "واهل الاجتهاد المقيد يجب عليهم تقليد اهل الاجتهاد المطلق في اصول مذاههم فقط دون الفروع (20)۔ لیکن مجتہدین منتسبین سے نیچے درجہ کسی مجتہد یا مفتی کو ائمہ اربعہ کے مسلک سے خارج کسی قول کو اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ صرف مجتہدین منتسبین کو اجازت ہوگی اس کی دو مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

نمبر 1۔ امام زفرؒ کے نزدیک تیمم کے لئے نیت شرط نہیں بخلاف دیگر ائمہ کے۔ یہ قول اگرچہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہے لیکن امام زفرؒ چونکہ خود درجہ اجتہاد مقید پر فائز ہیں اس لئے ان کا یہ قول اختیار کرنا ممنوع نہ ہوگا۔

نمبر 2۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جنبی کو حالت جنابت میں مطلقاً سونے کی اجازت ہے یہ جنبی کے لئے وضو کے استحباب کے قائل

نہیں۔ جب کہ جمہور کے نزدیک جنبی کے لئے وضو کرنا مستحب ہے لیکن امام ابو یوسفؒ چونکہ مجتہد مقید ہیں اس لئے ان کا یہ قول درست جانا جائے گا۔

یہ اس لئے کہ مجتہدین منتسبین جو بھی رائے اپناتے ہیں وہ دراصل انہی کے امام کا کوئی نہ کوئی قول ہوا کرتا ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "قال ابو یوسف ما قلت قولاً خالفت فیہ ابا حنیفہ الا قولاً قد قالہ وروی عن زفرانہ قال ما خالفت ابا حنیفہ فی شیء الا قد قالہ ثم رجع عنہ (21)۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا بظاہر ائمہ اربعہ کے خلاف رائے اپنانا خلاف اجماع نہیں کیونکہ ان کے اقوال اپنے امام کی ہی روایات پر مبنی ہیں۔

تیسری صورت: اگر اپنے مذہب کو چھوڑ کر ایسا قول اختیار کیا جائے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے خلاف مگر دوسرے کے موافق ہو تو درج ذیل پانچ شرائط کے ساتھ اسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ پہلی شرط: ایسی ضرورت کا پایا جانا جسے شریعت معتبر قرار دیتی ہو۔

دوسری شرط: رخصت تلاش کرنے کی خواہش نہ ہو بلکہ مجتہد اپنے اجتہاد کی بناء پر اس قول کو اختیار کر رہا ہو۔ تیسری شرط: جو قول کسی امام کا لیا جائے تو اسی امام کی تمام شرائط و آداب کی رعایت رکھتے ہوئے لیا جائے، چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں کہ "ولا بأس بالتقلید عند الضرورة لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبہ ذلك الامام لما قد منا ان الحكم الملق بآطل بالاجماع (22)۔

ترجمہ: ضرورت کے وقت تقلید میں کوئی حرج نہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جس امام کی تقلید کرنا ہو اس کے مذہب کے تمام امور کا التزام کرے گا اس لئے کہ ملفق کا حکم اجماعی طور پر باطل ہے۔ چوتھی شرط: "تلفیق" یہ اہم ترین شرط ہے کہ اس قول کو اختیار کرنے سے خارج اجماع لازم نہ آتا ہو۔ تلفیق کو سمجھنے کے لئے اس کی وضاحت ضروری ہے، جو کہ درج ذیل ہے۔

تلفیق: لغت میں تلفیق ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانے کو کہتے ہیں معجم اللغة الفقہاء میں ہے "التلفیق ضم شقة الى اخرى" (23) ترجمہ: تلفیق ایک حصہ کو دوسرے حصے سے ملانے کا نام ہے۔

اصطلاحی تعریف: القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحاً في أي مذهب من المذاهب (24) ترجمہ: ایسا کام کرنا جس میں کئی مذاہب اس طرح جمع ہو جائیں کہ کسی بھی مذہب کے اعتبار سے وہ عمل صحیح قرار دینا ممکن نہ رہے۔

اور صاحب قواعد الفقہ نے تلفیق کی تعریف اس سے زیادہ عام الفاظ میں کی ہے "التلفیق تتبع الرخص عن الهوى" (25) ترجمہ: تلفیق خواہش نفس کے تابع ہو کر رخصتوں کا تلاش کرنا ہے۔

تلفیق کی دو اقسام ہیں: (1) تلفیق حقیقی (2) تلفیق مجازی

تلفیق حقیقی: شیخ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ "متی عمل عبادۃ او معاملۃ ملفقة اخذ الہا من کل مذہب قولاً لا یقول بہ صاحب المذہب الاخر فقد خرج عن المذہب الاربعة و اخترع لہ مذہباً خامساً فعبادتہ باطلۃ و معاملۃ غیر صحیحۃ و هو متلاعب فی الدین (26)۔ ترجمہ: جب کوئی عبادت یا معاملہ اس طرح انجام دے کہ ہر مذہب سے ایسا قول لے جس کا قائل دوسرے مذہب والا نہ ہو بلکہ وہ معاملہ مذہب اربعہ کی حدود سے خارج ہو جائے اور پانچواں مذہب بن جائے تو ایسی عبادت باطل ہے اور ایسا معاملہ صحیح نہیں اور ایسا کام کرنے والا دین سے کھیلنے والا ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ وضو کرنے کے بعد پچھنے لگوائے اور عورت کو مس کرے تو کسی امام کے نزدیک اس کا وضو باقی نہ رہے گا عند الاحتاف خورج دم کی وجہ سے اور دیگر کے ہاں مس امراتہ کی وجہ سے، لہذا یہ عمل ملفق بالاجماع باطل ہو گا اور اس وضو سے پڑھی گئی نماز کا اعتبار نہ ہو گا۔ صاحب التوضیح لکھتے ہیں "فان من احتجم و مس امراتہ لا تجوز صلاتہ اما عندنا فلا حتجام و اما عندہ فللمس (27)۔ اور ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں فمن قلد الشافعی فی عدم فرضیۃ الدلک للاعضاء المغسولۃ فی الوضوء و الغسل و مالک فی عدم نقض اللبس بلا شہوۃ للوضوء فتوضاء و مس بلا شہوۃ و صلی ان کان الوضوء بدلک صحت صلوٰتہ عند مالک و ان کان بلا دلک بطلت عندہما (28)۔ ترجمہ: جو شخص وضو یا غسل میں اعضاء مغسولہ کے دلک میں عدم فرضیت میں امام شافعی کی تقلید کرے اور مس الامرۃ بلا شہوۃ سے نقض وضو میں امام مالک کی پیروی کرے پھر وہ وضو کرے اور بغیر شہوت کے عورت کو چھو کر نماز پڑھے تو اگر اس نے وضو میں دلک کیا ہے تو امام مالک کے نزدیک درست ہوگی لیکن اس نے وضو بلا دلک کیا ہو تو اس کی نماز دونوں ائمہ کے نزدیک درست نہ ہوگی۔

تلفیق حقیقی کا حکم: اس تلفیق کا حکم یہ کہ کسی بھی حال میں، کسی کے لئے بھی جائز نہیں خواہ اس کا اختیار کرنے والا مجتہد ہو یا مقلد اور اسے ضرورتاً اختیار کیا جائے یا بلا ضرورت۔ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں "اذا کان المجتہد لا یسوغہ التلفیق اذا ادی اجتہادۃ الیہ علی حسب ما قدمنا فکیف بالمقلد القاصر (29) ترجمہ: جب خود مجتہد کے لئے اس کے اجتہاد کے تقاضے کے باوجود تلفیق کی اجازت نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو مقلد عاجز کے لئے کیسے ہو گا۔ مزید فرماتے ہیں وهذا الشرط اصعب الشروط علی العوام ولہذا قالوا سبب منع العوام عن التقلید خوف وقوعہم فی ممنوع بالاتفاق و ہم لا یعلمون و لذلك قالوا لا یصح للعامی التقلید الا بالاستفتاء عن خصوص ما اراد تقلید (30)۔

ترجمہ: یہ شرط عوام کے لئے سب سے مشکل شرط ہے اسی وجہ علماء نے فرمایا عوام کے لئے اپنے امام کو چھوڑ کر دوسرے امام کی تقلید سے مخالفت کا سبب یہ بھی ہے کہ وہ ایسے معاملے میں پڑ سکتے ہیں جو بالاتفاق ممنوع ہو اور انہیں اس کا پتہ نہ چل پائے اور اسی بناء پر فقہاء نے فرمایا کہ

ایک عام شخص کے لئے اس وقت تک دوسرے امام کی تقلید جائز نہیں جب تک وہ اپنی خاص پیش آمدہ صورت کے بارے میں علماء سے استفتاء حاصل نہ کر لے۔

تلفیق مجازی: تلفیق کی دوسری صورت جس میں محض لغوی معنی کے لحاظ سے تلفیق کا اعتبار کیا جاتا ہو درحقیقت وہ تلفیق نہیں ہے اس لئے اسے ہم تلفیق مجازی کا نام دیتے ہیں۔ اس کی دوسری تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ دوسرے مذہب کو اس طرح اختیار کرنا کہ اس سے کوئی امر خارق اجماع لازم نہ آتا ہو تلفیق مجازی کی صورت اس وقت پیش آتی ہے جب دو الگ الگ مسائل میں الگ الگ ائمہ کی رائے لی جائے یا ایک ہی مذہب کے امام کے مختلف اقوال جمع کر لئے جائیں۔

پہلی صورت: دو ایسے مسائل میں تلفیق کی جائے جو آپس میں ایک دوسرے سے مربوط ہوں مثلاً وضو میں چوتھائی سر سے کم مسح کیا اور نماز میں قراءت خلف الامام نہ کی یعنی وضو شافعیہ کے مطابق کیا اور نماز حنفیہ کے مطابق پڑھی بظاہر اس میں بھی خرق اجماع نظر آرہا ہے لیکن یہ تلفیق حقیقی کی طرح ممنوع نہیں کیونکہ یہ تلفیق الگ الگ اعمال میں ہے اگرچہ غیر مستحسن ہے احتیاط اس میں ہے کہ اسے اختیار نہ کی جائے (31)۔

دوسری صورت: دو مسائل میں الگ الگ ائمہ کا قول لیا جائے ایک مسئلہ کا دوسرے مسئلے کی حلت و حرمت کیساتھ کوئی تعلق نہ ہو مثلاً احناف کے ہاں مس بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے جب کہ موالک کے ہاں بعض صورتوں میں مس بالشہوۃ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ دوسرا مسئلہ عند الاحناف جماعت مسلمین قاضی کے قائم مقام نہیں ہوتی جب کہ مالکیہ اس کے خلاف ہیں اب کوئی شخص حرمت مصاہرت کے مسئلے میں احناف کی رائے پر عمل کر کے اور جماعت المسلمین والے مسئلے میں موالک کی رائے پر عمل کرے تو اس صورت میں دو غیر مربوط مسائل میں تلفیق کرنے والا ہوگا یہ بھی تلفیق مجازی کی صورت ہے۔

تیسری صورت: کہ ایک ہی مذہب کے دو اقوال کو آپس میں ملایا جائے خواہ ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو مثلاً احناف میں طرفین کے ہاں محرم ایام النحر میں اگر حرم کے خارج قصر یا حلق کرے تو دم لازم نہ ہوگا (32) اب کوئی شخص طرفین کا مذہب اختیار کرے اور قصر کی صورت میں امام ابو یوسفؒ کے مذہب پر عمل کرے تو یہ تلفیق مجازی ہوگی۔ اور جواز کی وجہ دونوں مذہب کی اصل، اصول ایک ہیں۔

تلفیق مجازی کا حکم: تلفیق مجازی کی مذکورہ تینوں صورتیں فی الجملہ جائز ہیں ان میں قسم اول عام حالات میں غیر مستحسن جب کہ باقی دو غیر مستحسن بھی نہیں، مگر تلفیق مجازی اختیار کرتے وقت درج ذیل شرائط کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

(1) اہلیت اجتہاد والے یا ذی رائے اشخاص اس تلفیق کو اختیار کریں۔

(2) کوئی ضرورت شرعیہ پائی جائے۔

(3) اس دوسرے مذہب کا مفتی یا قاضی کہیں موجود نہ ہو اگر ہو تو مبتلی بہ اسکی طرف رجوع کرے گا۔

پانچویں شرط: اپنے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف خروج (استفادہ عن مذہب الغیر) کرنے کے لئے جن شرائط کا تذکرہ کیا گیا ان میں

چوتھی شرط تلفیق کے بعد اب پانچویں شرط ذکر کرتے ہیں۔

جس مسئلہ کو اختیار کیا جا رہا ہے اس پر پہلے عمل نہ کیا گیا ہو اگر کسی وقت کسی ایک امام کا قول لے لیا تو بھی یہ بلا ضرورت جائز نہ ہوگا مثلاً جب حق شفعہ لینے کا وقت آئے تو احناف کے قول پر عمل کرتے ہوئے حق جواری کی بنیاد پر حق شفعہ کا دعویٰ کرے اور جب یہ حق شفعہ کا دعویٰ اپنے اوپر آجائے تو امام شافعی کا قول اختیار کرے کہ ان کے ہاں حق جواری کی بنیاد پر شفعہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک مسئلہ میں دو الگ الگ مذاہب کے اقوال لینا درست نہیں کیونکہ تقلید کے بعد اس کو خواہ مخواہ ترک کرنا خلاف اجماع ہے اس شرط کی وضاحت عبدالغنی نابلسی یوں کرتے ہیں "و حکم المقلد فی المسئلة الاجتهادية کالمجتهد فانہ اذا کان له رائی فی مسئلة وعمل بأحدہما یتبعین له ما عمل به و امضاہ بالعمل فلا یرجع عنه الی غیرہ الا بترجیح ذلک الغیر کمن اشتبهت علیہ القبلة فی جہتین فاختر واحد یتبعین له هذه الجهة ما لم یرجع الاخری و کذا القاضی فیما له رائی فیہ بعد ان حکم و امضاہ بالحکم فی احدہما فالمقلد اذا عمل بحکم من مذهب لا یرجع عنه الی مذهب اخر (33)۔

ترجمہ: اور اجتہادی مسئلہ میں تقلید کرنے والے کا حکم بھی مجتہد کے مانند ہے یعنی جب کسی مسئلہ میں مجتہد کی دو رائیں ہوں اور وہ ان میں سے ایک پر عمل کرے تو وہی رائے اس کے لئے متعین ہو جاتی ہے حتیٰ کہ دوبارہ دوسری رائے کی ترجیح کے بغیر اس کے لئے اس عمل کردہ رائے سے رجوع درست نہیں ہوتا مثلاً کسی شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جاتا ہے تو جس جہت کو قبلہ بنالے وہی متعین ہو جائیگی جب تک کہ دوسری جہت قبلہ ہونے کی وجہ ترجیح نہ پائی جائے اسی طرح قاضی اپنی دورائے میں سے ایک رائے پر فیصلہ کر دے تو بھی یہی حکم ہے بالکل اسی طرح مقلد جو ایک مذہب کے حکم کی پیروی کرے تو وہ اس مذہب سے دوسرے مذہب کے حکم کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔

چوتھی صورت: چوتھی صورت جس میں خروج عن المذہب یا فتویٰ علی مذہب الغیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی وہ یہ کہ جس مسئلہ میں خروج کیا جا رہا ہے اگر وہ اپنے ہی مذہب کے کسی مجتہد منتسب کا قول ہے تو اگر اکثر مشائخ نے اس پر فتویٰ دیا ہے تو وہی عمل کے لئے متعین ہے اور اگر اکثر مشائخ اس کے خلاف رہے لیکن ایک معتد بہ جماعت کا رجحان اس کے قول کی طرف بھی ہو تو طبقات فقہاء میں سے تین سے چھ طبقات تک کے حضرات کو دلیل کی بنیاد پر مذہب کے غیر رائج اقوال کو ترجیح دینے کی اجازت دی جائیگی اور ان سے نیچے طبقے کے حضرات بھی مجتہدین کی رائے پر عمل کر سکتے ہیں علامہ شامی فرماتے ہیں "و کلام البحر صریح فی ان المحقق ابن الہمام من اهل الترجیح حیث قال عنه انه اهل النظر فی الدلیل و حیث قلنا اتباعہ فیما یحققہ و یرجہ من الروایات و الاقوال ما لم یخرج من المذہب (34)۔ ترجمہ: اور بحر الرائق کا کلام اس بات پر صریح ہے کہ محقق ابن الہمام ترجیح کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ صاحب البحر نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دلیل میں غور و فکر کی صلاحیت رکھتے ہیں لہذا ہمارے لئے تحقیق کردہ اقوال و روایات کی اتباع کی گنجائش ہے بشرطیکہ وہ اقوال مذہب سے بالکل خارج نہ ہو۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مجتہد فی المذہب کے قول پر بعد والے لوگ عمل کر سکتے ہیں۔

پانچویں صورت: جو مسئلہ اختیار کیا جا رہا ہے اگر اس کی تائید مذہب کے دیگر مشائخ سے کسی درجہ میں بھی نہیں ہوتی گو کہ وہ مسئلہ خارج مذہب نہیں ہے تو مجتہد کے لئے ایسا قول لینے کی گنجائش ہوگی غیر مجتہد، عام آدمی کے لئے ایسا قول اختیار کرنا درست نہ ہوگا۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "هل يجوز للانسان العمل بالضعيف من الرواية في حق نفسه نعم اذا كان له راء اما اذا كان عامية فلم اره لكن مقتضى تقيد بهى الراى انه لا يجوز للعامى ذلك قال في خزانة الروايات العالم الذى يعرف معنى النصوص والاخبار وهو من اهل الدراية يجوز له ان يعمل عليها وان كان مخالفاً للمذہب (35)۔ ترجمہ: کیا اپنی ذات کی حد تک عمل کے لئے انسان کو ضعیف روایات پر عمل کرنے کا حق ہے تو ہاں، بشرطیکہ وہ شخص ذی رائے ہو، لیکن اگر ایسا شخص عامی ہو تو اس کے بارے میں میں نے صریح جزیہ نہیں دیکھا، مگر ذی رائے کی قید سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عامی شخص کے لئے ضعیف پر عمل کرنا جائز نہ ہو خزانۃ الروايات میں تحریر ہے کہ وہ عالم جو احادیث و آثار کے معانی جانتا ہو اور وہ اہل درایت میں سے ہو تو اس کے لئے ضعیف روایات پر عمل درست ہے اگرچہ وہ خلاف مذہب ہو۔

ضرورت کے وقت دوسرے مسلک پر فتویٰ:

جن مسائل میں فقہ حنفی پر عمل میں واقعی تنگی و حرج ہو اجتماعی ضرورت سامنے رکھ دوسرے دبستان فقہ سے جزوی استفادہ کیا جاسکتا ہے البتہ اس کے لئے حد درجہ حزم و احتیاط سے کام لینے اور ایسے مسائل میں علماء اور ماہرین افتاء کے اجتماعی فیصلہ کی ضرورت ہے۔ ضرورت کی بناء پر جزوی عدول کے جائز ہونے میں اکثر علماء کرام کا اتفاق ہے چنانچہ فقہاء شوافع میں علامہ زرکشیؒ کا قول ہے: الثالثة ان يقصد بتقليد الرخصة فيما هو محتاج اليه لحاجة لحقته او ضرورة ادهقته فيجوز ايضاً الا ان اعتقد رجحان مذهب امامه ويقصد تقليد العلم فيمتنع وهو صعب الاولى الجواز (36)۔

ترجمہ: تیسری شرط کہ وہ رخصت کی پیروی ایسی صورت میں کر رہا ہو جس میں وہ کسی پیش آمدہ حاجت یا ضرورت کی وجہ سے اس کا محتاج ہو تو یہ صورت بھی جائز ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کے رائج ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور نیت زیادہ علم رکھنے والے کی تقلید کی ہو تو ایسی صورت میں دوسرے فقیہ کے ہاں موجود رخصت کی پیروی جائز نہ ہوگی یہ مشکل ہے اور صحیح رائے یہ ہے کہ یہ اس صورت میں بھی جائز ہے۔

حنفیہ کے اقوال: فقہاء حنفیہ کے یہاں بھی صراحتاً منقول ہے کہ وہ ازراہ ضرورت دوسرے مذہب پر فتویٰ کو درست قرار دیتے ہیں اور عملاً ایسی جزئیات بھی موجود ہیں جن سے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں "والحاصل انه اذا اتفق ابو حنيفة وصاحبا على جواب لم يجز العدول عنه الا الضرورة (37)۔ ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب اور صاحبین جس جواب پر متفق ہوں اس سے عدول جائز نہیں البتہ ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ماخذ و مراجع

- 1- الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 62، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 2- الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 75، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 3- الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 76، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 4- آمدی، محمد بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، 315/4، سن اشاعت 2003، دارالشمعی للنشر والتوزیع بیروت۔
- 5- التھانوی، اشرف علی، مولانا، الحلیۃ الناجزۃ، 23، سن اشاعت 2005، مکتبہ رضی، الہند۔
- 6- الشامی، محمد امین عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، مکتبہ امدادیہ ملتان، 132/6۔
- 7- الطحطاوی، احمد بن محمد بن اسماعیل، امام، شرح معانی الآثار، عالم الکتاب بیروت، 300/1۔
- 8- کمال الدین ابن الہمام، علامہ، فتح القدر، مکتبہ حقانیہ، 373/5۔
- 9- کمال الدین ابن الہمام، علامہ، فتح القدر، مکتبہ حقانیہ، 19/1۔
- 10- الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 190، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 11- المحموی، احمد بن محمد، شرح المحموی علی الاشیاء والنظائر، دار القرآن والعلوم الاسلامیہ، 276/1۔
- 12- محمد واس قلعجی، الدكتور، معجم لغت الفقہاء، 2010، دار النفائس بیروت، 291۔
- 13- الشامی، محمد امین عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، مکتبہ امدادیہ ملتان، 19/1۔
- 14- الحصفی، محمد بن علی علاؤ الدین، امام، الدر المختار، مکتبہ امدادیہ ملتان، 376/1۔
- 15- احمد بن محمد، عبد العزیز کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البرزوی، دارالکتب العلمیہ بیروت، 6/4۔
- 16- عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 5، سن اشاعت 2017، مکتبہ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 17- احمد بن عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی الاحکام والاجتہاد والتقليد، المطبعۃ السلفیۃ بالقاہرہ، 19/1۔
- 18- عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 17، سن اشاعت 2017، مکتبہ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 19- عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 18، سن اشاعت 2017، مکتبہ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 20- عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 16، سن اشاعت 2017، مکتبہ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 21- الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 65، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 22- الحصفی، محمد بن علی علاؤ الدین، امام، الدر المختار، مکتبہ امدادیہ ملتان، 382/1۔
- 23- محمد واس قلعجی، الدكتور، معجم لغت الفقہاء، 2010، دار النفائس بیروت، 124۔
- 24- محمد واس قلعجی، الدكتور، معجم لغت الفقہاء، 2010، دار النفائس بیروت، 125۔
- 25- محمد عظیم الاحسان البرککتی، قواعد الفقہ، 1986، صدف پبلشرز کراچی، 236۔
- 26- عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 17، سن اشاعت 2017، مکتبہ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 27- التفتازانی، مسعود بن عمر، سعد الدین، العلامة، التوضیح والتلویح، 1996، دارالکتب العلمیہ بیروت، 153۔

- 28۔ ابن المہام، محمد بن عبد الواحد، کمال الدین، التحریر فی اصول الفقہ، 2015، مطبع مصطفی البانی الحلبي الشام، 552۔
- 29۔ عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 25، سن اشاعت 2017، مکتبۃ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 30۔ عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 30، سن اشاعت 2017، مکتبۃ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 31۔ التھانوی، اشرف علی، مولانا، الحلیۃ الناجزۃ، 17، سن اشاعت 2005، مکتبہ رضی، الہند۔
- 32۔ المرغینانی، علی بن ابو بکر، برہان الدین، الہدایۃ، 2004، مکتبہ رحمانیہ، 276/1۔
- 33۔ عبد الغنی بن اسماعیل، النابلسی، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق، 05، سن اشاعت 2017، مکتبۃ الحقیقۃ شارع استنبول ترکیا۔
- 34۔ الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 77، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 35۔ الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 89، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔
- 36۔ الزرکشی، محمد بن بہادر، علامہ، البحر المحیط فی اصول الفقہ، 1992، وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، 333/6۔
- 37۔ الشامی، محمد امین عابدین، شرح عقود رسم المفتی، 39، سن اشاعت 1999، مکتبہ دارالعلوم کراچی۔

References

1. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:62 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi.
2. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:75 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi
3. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:76 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi
4. Al Amidi, Muhammad Bin Muhammad, Al Ahkam fi Usoolil Ahkam, vol:4, p:315, 2003, Dar al Sumaiee linnashr w altwzie Beriut.
5. Al thanvi Ashraf Ali Molana, Al Hila tu Najiza, p:23, 2005, Maktab Razi India.
6. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Rad ul Mukhtar ala Aldur Mukhtar, vol: 6, p:132
7. 7. Al Tahtawi, Ahmad bin Muhammad bin Ismael, Sharah Maani ul Asaar, Alam ul Kutub , Beriut, vol:1, p:300
8. Kamal ud din, ibn ul Humam, Allama, Fath ul Qadeer, Maktaba Haqqania, vol:5, p:373
9. Kamal ud din, ibn ul Humam, Allama, Fath ul Qadeer, Maktaba Haqqania, vol:1, p:19
10. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:190 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi.
11. Al Humawi, Ahmad bin Muhammad, Sharah alHumawi alal shyae wn Nazaier, Dar ul Quraan waluloom ul islamia, vol:1, p:276
12. Dr. Muhammad Rawas, Qilaji, Mujam Lugha tu alfuqha, 2010, Dar alnfaes, Beruit p:291
13. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Rad ul Mukhtar ala Aldur Mukhtar, vol: 1, p:19
14. Imam Ala ud din Muhammad bin Ali Al Haskafi, Aldur ul Mkhtar, maktaba Imdadia multan, vol:1, p:376
15. Ahmad bin Muhammad, Abdul Aziz, Kashf ul Asrar, Dar alktub Al Ilmia, Beruit, vol: 4 p:6
16. Abdi Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:5, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
17. Ahmad bin AbduRahim, Shah Wali ullah, Aqdul Jayyed fi l Ahkam aljtihad wa Taqleed, Aslfia, Alqahira, vol:1, p:19
18. Abdul Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:17, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
19. Abdul Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:18, 2017, Maktaba Al

- Hqiqia, Turkey
20. Abdul Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:16, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
 21. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:65, 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi.
 22. Imam Ala ud din Muhammad bin Ali Al Haskafi, Aldur ul Mkhtar, maktba Imdadia multan, vol:1, p:382
 23. Dr. Muhammad Rwas Qilaji Mujjam Lugha tul Fuqaha, 2010, dar ul Nafaes, Beriut, p: 124
 24. Dr. Muhammad Rwas Qilaji Mujjam Lugha tul Fuqaha, 2010, dar ul Nafaes, Beriut, p: 125
 25. Muhammad Amim ul Ihsan Al Barkati, Qwaid ul Fiqha, 1986, Sadaf Publishers Karachi, p:236
 26. Abdi Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:17, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
 27. Allama Masood bin Umer Al Taftazani, Al Twzeh wa Talweh, 1996, Dar ul Kutub al Ilmia Beriut, p:153
 28. Kamal ud Din Muhammad bin Abdul Wahid Ibn e Humam, Al Tahrir fi Usool il Fiqah, 2015, Matbaa Mustafa albani Al Halbi, Syria, p: 552
 29. Abdul Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:25, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
 30. Abdul Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:30, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
 31. Al thanvi Ashraf Ali Molana, Al Hila tu Najiza, p:17, 2005, Maktab Razi India.
 32. Burhan ud Din Ali bin Abu Bakar, Al Marghenani, Alhidaya, 2004, Maktaba Rahmania, vol:1, p:276
 33. Abdul Ghani Anablisi, Khulasa tu Tahqiq fi bian Hukm al tqlid wal Talfiq, p:05, 2017, Maktaba Al Hqiqia, Turkey
 34. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:77 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi.
 35. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:89 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi.
 36. Allama Muhammad Bin Bahadur, azrkashi, Al Bahr ul Muheet fi Usoolil Fiqah, 1992, Wizara tul Awqaf wa Shaoon al Islamia, vol:6, p:333
 37. Al Shami, Muhammad Ameen Abideen, Sharha Uqod Rasm ul Mufti, p:39, 1999, Maktaba Dar ul Uloom Karachi.